ڈاکٹر ثریا ڈار

مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی

اور اُن کی علمی خدمات

مفتی صدر الدین بن شیخ لطف اللہ کشمیری ، جن کا شمار شاہ عبد العزیز دھلوی کے ارشد تلامذہ اور دلّی کے سربر آوردہ علما و فضلا میں ھوتا ھے ، ۱۷۸۹ء (۱۲۰۳ھ) کو دھلی میں پیدا ھوئے ۔ فقہ و حدیث وغیرہ علوم کی تحصیل شاہ عبد العزیز محدث دھلوی ، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر سے کی ۔ شاہ عبد العزیز کے انتقال کے بعد مفتی صاحب نے ان کے نواسے شاہ محمد اسحاق دھلوی سے سند حدیث حاصل کی ۔ ان حضرات سے علوم نقلیہ کی تحصیل کے علاوہ مولانا فضلِ حق خیر آبادی کی خدمت میں حاضر ھو کر علوم عقلیہ حاصل کیے ۔ فن خوش نویسی میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے ۔ تمام علوم مروّجہ میں یگانۂ روزگار تھے ۔ شعر و سخن میں ان کا شمار غالب کے ھم نشینوں اور حریفوں میں ھوتا ھے ۔ شعری و ادبی ذوق تینوں زبانوں (عربی ، فارسی ، اردو) میں رکھتے تھے ۔ علم و ادب میں بلند مقام پر فائز ھونے کے باعث دلّی میں علمائے سلف کے طریقے پر درس دیتے تھے ۔۔ علاوہ ازیں جامع مسجد دھلی کے نیچے موجود مدرسہ " دار البقا " کو از سر نو جاری کرنے اور اس میں تحصیل علم کے لیے آنے والے مستحق طلبا کے تمام مصارف کے کفیل ھونے کا سہرا بھی آپ کے سر ھے ۔ انگریزی حکومت کی طرف سے دلی میں مفتی اور صدر الصدور کے عہدے پر متمکن تھے ۔ علم و فضیلت ، قوت حافظہ ،حسنِ تقریر متانتِ تحریر ، وضاحت بیان اور بلاغت و معانی میں مشہور تھے ۔ دوست نوازی اور دشمن سے درگزر کرنے کی خوبی سے متصف تھے ۔ انگریز حکمران آپکی دیانت و صداقت اور دھانت

کے قائل تھے ، جو مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوتا ، اس کی حتی المقدور چھان بین اور تحقیق کرنے کے بعد اس کا صحیح فیصلہ صادر فرماتے ، جس سے مستحق کو اس کا حق ملتا اور آپ بھی مطمئن رہتے ۔

۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ ھ) کی جنگِ آزادی کے زمانے میں جہاد کے فتوے کے الزام کی بنا پر انگریزی سرکار نے آپ کو منصب روزگار سے علیحدہ کرنے کے علاوہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ اور تین لاکھ کی مالیت کا کتب خانہ بھی ضبط کر لیا ۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ فتویٔ جہاد کے الزام میں نظربند کر دیا ۔ بالآخر تحقیقات پر رہا ہونے کے بعد آپ نے لاہور میں پنجاب کے چیف کمشنر لارڈ لارنس کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی جائیداد کی واپسی کا مطالبہ کیا ۔ لارڈ لارنس مفتی صاحب کی ملازمت کے دوران میں آپ پر بہت مہربان تھا ۔ اسی مہربانی اور مروت میں آپ کی جائیداد غیر منقولہ کو واپس دے دی گئی ، لیکن جائیداد منقولہ نیلام ہو چکی تھی ، اس لیے وہ نہ مل سکی ۔ اس کے بعد مفتی صاحب آزردۂ خاطر ہو کر دھلی واپس تشریف لائے اور اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن وظائف و عبادات اور تدریس علوم دینیہ میں بسر کیے ۔ آخری عمر میں دو سال مرضِ فالج میں مبتلا ہو کر اکیاسی برس کی عمر میں یوم پنجشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ ھ (۱۸٦۸ء) کو راہیٔ ملک عدم ہوئے اور درگاہِ حضرت چراغ دھلوی میں دفن کیے گئے ۔

مفتی صدر الدین آزردہ دھلوی گنجینۂ علم ، معدنِ حلم اور مخزنِ جود و عطا تھے ۔ عاملِ کامل ، فاضل اجل، فقیہ بے مثل ، اور اعلی پایہ کے شاعر تھے ۔ آزردہ تخلص تھا ۔ اردو کلام اگرچہ کم ہے مگر بلند پایہ ہے ۔ اردو میں شاہ نصیر ، میر ممنون اور میاں مجرم اکبرآبادی سے مشورے کرتے تھے ۔ اردو کے شاعروں کا تذکرہ فارسی میں مرتب کیا تھا ، لیکن اب نایاب ہے ۔ وقائع عبد القادر خانی میں مرقوم ہے:

> جس وقت بندہ (عبد القادر) نے ان کو دیکھا ، ان کی توجہ اشعار ریختہ اور فارسی کی

طرف کتب علمیہ سے زیادہ تھی ۔ " [۱]

مرزا غالب ، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ اور امام بخش صہبائی سے مفتی صاحب کے نہایت گہرے تعلقات تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سادہ ، بے تکلف اور رواں اردو میں باہم خط و کتابت ہوتی رہتی تھی ۔ ان کا ایک خط نواب مصطفی خاں شیفتہ کے نام ملا ہے ۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں :

" شکر ہے اس پروردگار کا جس نے مجھ کو ایسی دلدل سے کہ ہمہ تن اوس میں غرقاب تھا ،نکالا کیسے علائق میں جکڑ بند تھا کہ نکلنا اوس سے سوائے ایسی صورت کے جو پیش آئی ممکن نہ تھا ، مقدمات اصلی کا فیصل کرنا ،منصفوں اور صدر امینوں کے مقدمات کا مرافعہ سننا ، رجسٹری کے وثائق پر دستخط کرنا ،مقدمات دورہ میں فتوی دینا ،کمیٹیوں میں حاضر ہونا ، طلباء مدرسہ سرکاری کا امتحان ماہواری لینا ، احکام اخیر کو اپنے ہاتھ سے لکھنا ہزارہا کاغذ کا دستخط کرنا ، پھر گھر میں آکر طالب علموں کو پڑھانا اور اطراف و جوانب کے سوالات شعری کا جواب لکھنا ، وھابیوں اور بدعتیوں کے جھگڑے میں حکم ہونا ، مجالس شادی اور غمی اور اعراس میں جانا ، شعروشاعری کی صحبت کو گرم رکھنا باغات کی سیر کو اور خواجہ صاحب کی زیارت کو اکثر جانا ۔ " [۲]

دھلی اور اس کے قرب و نواح کے اعیان و اکابر اور علما و فضلا آپ کے مکان پر بغرضِ افتا تشریف لاتے ۔ طلبا تحصیلِ علم کے لیے ، اھلِ دنیا اپنے معاملات پر مشورے حاصل کرنے کی خاطر ، شعرا شعروں کے لیے اور منشی لوگ انشا میں اصلاح کی

---

[۱] وقائع عبدالقادر خانی ، علم و عمل ۔ جلد ۱ ، ص ۲۷۵ ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس پاکستان چوک کراچی ۔ ۱۹۶۰ء

[۲] معارف ۔ مئی و جون ۔ ۱۹۲۱ء ، ص ۳۳۷ ۔ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ نمبر ۵ ، جلد ۲۲

غرض سے آپ کے پاس بہ نفس نفیس آتے تھے ۔ آپ ان تمام لوگوں سے نہایت محبت و شفقت اور مروّت و اخلاق سے پیش آتے اور ان کے مسائل حل کرتے ۔ اس دور کے بڑے بڑے علما و فضلا ان کی شاگردی اختیار کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے ۔ صاحب "اتحاف النبلاء" لکھتے ھیں :

" فضلائے عصر بتلمذ ایشاں سربلند دارند خلقی کثیر فاتحہ فراغ درحلقۂ درس ایشاں خوانده اندمردم بلاد دور دست بعد تحصیل و تکمیل علوم متداولہ و فنون رسمیہ بخدمت ایشاں رسیده یک دوسبق یا مختصری در علم خوانده فراغ حاصل مینمودند ۔ " [۳]

یعنی ان کے عہد کے فاضل بزرگ ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے ۔ بے شمار لوگ ان کے حلقۂ درس میں حاضر ھو کر فارغ التحصیل ھوتے ۔ تکمیل علوم متداولہ کے بعد بھی اھلِ علم ان کی خدمت میں آتے اور چند اسباق پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے تھے ۔

جہاں تک عربی ادب اور شاعری کے ذوق کا تعلق ھے ،اس کے بارے میں بقول مولانا ابوالکلام ، کہ والد مرحوم فرماتے تھے۔ "متنبّی کا درس دھلی میں سب سے پہلے انھوں نے ھی دیا ورنہ اس کا کلام درس کی چیزوں میں شامل نہ تھا "۔ [۴]
شاعری میں دلچسپی رکھنے کے علاوہ نثرنگاری میں بھی شوق رکھتے تھے ۔ صدر الصدور کے عہدے کے دوران میں بھی طالب علموں کو پڑھایا کرتے تھے ۔ عمر کے آخری حصّےمیں جسے دور ابتلا کہنا چاہیے ، آپ نہایت درد انگیز لہجے میں شعر پڑھتے تھے ۔ غالبؔ ، حسرتؔ اور مومنؔ جیسے شعرائے دھلی نےان کی مدح میں بڑے بڑے قصائد اور اشعار کہے ھیں ۔

---

[۳] نواب صدیق حسن خاں ، اتحاف النبلاء ۔ ص ۲۶۲ مطبع نظامی واقع کانپور ۔ طبع اوّل ۱۲۸۰ ھ ۔
[۴] غلام رسول مہر ، غالب ۔ ص ۲۸۲ ۔ عالمگیر الیکٹرک پریس ۔ طبع چہارم ۔ ۱۹۳۶ء ۔

مفتی صدر الدین خاں بہادر طلبا کو عربی اور فارسی مضامین لکھنے پر ازراہ ترغیب اور فیاضی ایک تمغۂ بھی عطا فرماتے تھے ۔

مفتی صاحب حکومت انگریزی کے ، دیانت دار ، انصاف پسند ، نیک دل اور بڑے ایمان دار حاکم تھے ۔ اہلِ مقدمہ ہمیشہ ان کے عدل و انصاف سے خوش رہتے ۔ ان کی انصاف پسندی ، شوکت ظاہری و باطنی اور عبادت کے بارے میں سرسید احمد خاں رقم طراز ہیں :

" منصب صدارت کو اپنے دم سے لیا ۔ سبحان اللہ کیا طریقۂ داد ہے اور کیا سر رشتۂ انصاف ہے کہ نوشیروان ان کے دیوان عدالت میں عہدۂ پیش کاری کے لائق بھی نہیں سمجھا جاتا ۔ باقی رہا عدل عمر یہاں بسبب ادب کے کچھ نہیں کہا جاسکتا ۔ شوکت ظاہری سے ان کے دربار میں دارا کو گزر نہیں اور جلالت باطنی سے ان کی خلوت میں فرشتے کو بار نہیں ۔ باوجود ان مراتب بلند اور اس منصب ارجمند کے خلق محمدی اختیار کیا ہے کہ افادۂ علوم اور افاضتِ مسائل دین کے وقت ہر ادنیٰ کو اجازت سخن ہے ۔ بمقتضائے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے موزونی سخن کی طرف بھی متوجہ ہو کر نظم و نثر میں اوقات شریف کو مصروف فرماتے ہیں ۔ " ۵ھ

ان تمام خوبیوں اور صفات کے علاوہ مفتی صاحب اپنی جامع قابلیت و فضیلت کے باعث نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔ انھوں نے اپنی ملازمت کے دوران میں تمام فرائض منصبی ہمیشہ ایمانداری سے سرانجام دیے ۔ شاہ عبد الغنی دہلوی سے نہایت عقیدت رکھتے تھے ۔ امیر شاہ خاں لکھتے ہیں کہ یہ قصۂ مولانا گنگوہی بیان فرماتے تھے :

" ایک مرتبہ شاہ عبد الغنی صاحب کے یہاں کئی وقت کا فاقہ ہوا ۔ اس کا تذکرہ ان کی ماں نے کہیں کر دیا ۔ اس کی خبر کسی ذریعے سے مفتی صدر الدین صاحب کو بھی

۵ھ سرسیّد احمد خاں ، آثار الصنادید ۔ ص ۱۲۰ سیّد الاخبار ، ۱۲۶۳ ھ (۱۸۴۷ء)

ہو گئی ۔ مفتی صاحب نے تین سو روپیے شاہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیے ۔ شاہ صاحب نے واپس کر دیے ۔ اس پر مفتی صاحب وہ روپیے لے کر خود حاضر ہوئے اور تخلیہ میں روپیے پیش کیے اور فرمایا کہ شاید حضور کو خیال ہو کہ یہ صدر الصدور ہے، رشوت لیتا ہوگا اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا ، بلکہ یہ روپیے میری تنخواہ کے ہیں ، آپ ان کو قبول فرما لیجیے ۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو یہ وسوسہ ہی نہیں گزرا تھا کہ تم رشوت لیتے ہو گے ۔ میں تمھاری نوکری کو اچھا نہیں سمجھتا اور اس لیے میں ان کے لینے سے معذور ہوں" [۶] اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب کا کمال ادب ، دینی محبت اور ایمانداری روزروشن کی طرح عیاں تھی ۔

مفتی صاحب کی تمام عمر مختلف مسائل کو حل کرنے ،درس و تدریس میں مصروف رہنے اور صدر الصدوری کے علاوہ دیگر بے شمار کاموں کو سرانجام دیتے ہوئے گزر گئی ۔ اگرچہ ان کی کافی تصانیف تھیں لیکن ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ان کا کتب خانہ ضبط ہونے کے باعث چند ایک کتابوں کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوسکا ۔ ان کے دو رسالے " منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال "اور "الدر المنضود فی حکم مراۃ المفقود " طبع ہوچکے ہیں ۔ علاوہ ازیں " مجموعۂ فتاوی " اور ایک " ریختہ گو شعراء کا تذکرہ " بھی انہوں نے لکھا ہے ۔

وقائع عبد القادر خانی کی روایت کے مطابق سرسید احمد خاں بہادر ، نواب یوسف علی خاں والئ رام پور ، نواب صدیق حسن خاں قنوجی ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولوی محمد منیر نانوتوی ، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولوی فقیر محمد جہلمی [۷] کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ رئیس احمد جعفری کے قول کے مطابق مولوی ذوالفقار

---

[۶] اشرف علی تھانوی ۔ امیر الروایات ، ص ، ۱۲۰ کتب خانہ امداد الغربا سہارن پور ۔

[۷] وقائع عبد القادر خانی ، علم و عمل جلد ۱ ، ص ۲۷۵

علی دیوبندی ، مولوی فیض الحسن ، مولوی حکیم محمود الحسن امروهوی ، مولوی محمد احسن مرادآبادی اور مولانا سید نواب مکی [۸] بھی آپ کے شاگرد ہیں ۔

---

[۸] رئیس احمد جعفری ، بہادر شاہ اور ان کا عہد ۔ ص ۳۵۳ ۔ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۔ طبع اول ۔

صوفیائے کرام

سمعی کیسٹ

- حضرت خواجہ حسن بصریؒ
- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
- حضرت داتا گنج بخشؒ
- حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

اور

- حضرت شیخ بہاءالدین زکریاؒ

کی زندگی کے سبق آموز واقعات پر مبنی ⑩ کیسٹ کا مکمل سیٹ

گہری تحقیق ـــــــــ دلچسپ اندازِ بیان

تحریر:

انتظار حسین　　یونس جاوید　　صبیح خاور

آوازیں:

نعیم سارنگ　　بادشاہ گو زیدی　　سہیل اصغر

عنقریب پیش کیے جائیں گے!